علامہ اقبال کی متروکہ نظم ''نالۂ یتیم'' کا تجزیاتی مطالعہ

محمد رمضان*

ڈاکٹر نجیب جمال**

Abstract:

An endeavor has been made in this article to analyze one of Iqbal's poem "Nala-e-Yateem" which was read in the 15th annual meeting of "Anjuman Himayat-e-Islam". Iqbal was introduced to the public due to this poem. The effort has also been made to find out the reason why Iqbal excluded the poem "Nala-e-Yateem"? While compiling his masterpiece "Bang-e-Dara" in 1924.

انجمن حمایتِ اسلام لاہور ۲۴ رستمبر ۱۸۸۴ء کو قائم ہوئی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ہندوستان میں انگریزوں کی سیاسی طاقت عروج پر تھی۔ عیسائی مشنریوں کی تبلیغ سے ہزاروں افراد عیسائیت کی طرف مائل ہو رہے تھے اور اس کے سد باب کے لیے کوئی ادارہ یا تنظیم موجود نہیں تھی جہاں اُن کی بہبود کے لیے کوئی قدم اُٹھایا جا سکے، انہی مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے انجمن حمایتِ اسلام کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس انجمن نے سر سیّد احمد خان (۱۸۹۷ء۔۱۸۱۷ء) کی علی گڑھ تحریک کی طرح اپنے کام کو آگے بڑھایا خاص کر اسلام اور اسلامی اقدار کی ترویج و اشاعت کی سلسلے میں اس نے بیش بہا خدمات سرانجام دیں۔ یہ انجمن ملّی چندہ کے ذریعے چلتی تھی چنانچہ اسے ایسے ذرائع کی تلاش رہتی تھی جن سے اسے چندہ حاصل ہو سکے۔ یہ اجلاس پنجاب اور بیرونِ پنجاب کے لیے سالانہ میلے کی حیثیت رکھتے تھے۔ اسلامیہ ہائی سکول، شیرانوالہ دروازہ لاہور کے وسیع صحن میں اس کے جلسوں کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ اس کے اسٹیج پر ممتاز علماء، ادباء، شعراء اور دیگر رہنما جلوہ افروز ہو کر اپنے ایمان افروز خطبات سے لوگوں کے دلوں کو حیاتِ تازہ کا پیام دیتے تھے۔

انجمن حمایتِ اسلام کی سرگرمیاں مسلمانوں میں سیاسی بیداری پیدا کرنے کے لیے بھی بہت معاون

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اُردو، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور

** سابق ڈین فیکلٹی آف آرٹس، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور

ثابت ہوئیں۔تحریکِ پاکستان، مسلم لیگ اور قائداعظم محمد علی جناح کے پیغام کی اشاعت اور ابلاغ کے سلسلے میں انجمن نے اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔انجمن کے سالانہ جلسوں کے ضمن میں سیکڑوں مشاعرے منعقد ہوئے جن سے اُردو زبان وادب کو بہت فروغ ملا۔تاریخ ادب میں ''انجمن حمایتِ اسلام'' کے ذکر کے بغیر اُردو نظم کا باب ادھورا ہے۔ اس کے سالانہ جلسوں میں پڑھی جانے والی بے شمار نظموں کو قومی سطح پر بے حد مقبولیت حاصل ہوئی۔یہی وہ پلیٹ فارم تھا جس کے ذریعے علامہ اقبال بھی قومی سطح پر متعارف ہوئے، ورنہ وہ اس سے قبل محض شیخ اقبال کے نام سے جانے جاتے تھے۔

۱۴رفروری ۱۹۰۰ء میں انجمن کے سالانہ جلسے میں اقبال نے اپنی پہلی نظم ''نالۂ یتیم'' پڑھی۔یہ انجمن کا پندرھواں اجلاس تھا اور اس کی صدارت شمس العلماء مولوی نذیر احمد (۱۹۱۲ء۔۱۸۳۶ء) نے کی تھی۔(۱)

''نالۂ یتیم'' کے نفسِ مضمون اور شاعر کے لب ولہجہ نے سامعین کی آنکھوں کو اشک بار کر دیا۔نظم اتنی مقبول ہوئی کہ حاضرین نے چاروں طرف سے چندے کی بوچھاڑ کر دی اور اس کی ایک ایک کاپی چار چار آنے میں فروخت ہوئی۔یہ وہ پہلی نظم تھی جو اقبال نے ہزاروں کے مجمع میں پڑھی تھی۔(۲)

محمد حنیف شاہد لکھتے ہیں:

> ''نالۂ یتیم'' کے نفسِ مضمون اور شاعر کے دل کش لہجے نے وہ سماں باندھا کہ حاضرین ہمہ تن گوش تھے اور اُن کی آنکھیں اشک بار تھیں۔''(۳)

جب یہ نظم پڑھی جا رہی تھی تو چند بند پڑھے جانے کے بعد اس غرض سے روک دیا کہ نظم کی مطبوعہ کاپیاں ابھی باقی ہیں انہیں فروخت کرلیا جائے پھر ہر کاپی کی قیمت چار روپے مقرر کی گئی لیکن اس کے باوجود مانگ میں اضافہ ہوتا گیا۔چنانچہ بعض حضرات نے کاپیاں خرید کر انجمن کو اس شرط پر عطیہ کر دیں کہ کوئی جلد پچاس روپے سے کم فروخت نہ ہو۔چند لمحوں بعد وہ کاپیاں بھی فروخت ہوگئیں،اقبال کے والد بھی اس جلسے میں شریک تھے۔انہوں نے بھی سولہ روپے میں ایک جلد خریدی۔(۴)

علامہ اقبال کی شاعرانہ زندگی پر ایک نظر ڈالی جائے تو یہ عیاں ہوتا ہے کہ وہ مشاعروں کے شاعر نہیں تھے۔وہ زندگی میں بہت کم مشاعروں میں شریک ہوئے۔انہیں واہ واہ سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔اُن کی شاعری فکری اعتبار سے بہت بلند ہے۔اس لیے انہوں نے اپنا پہلا پیغام کسی مشاعرے میں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد کے مجمع میں لوگوں تک پہنچایا۔

سیّد نذیر نیازی لکھتے ہیں:

> ''سامعین کی آنکھوں سے گوہرِ آب دار ٹپکنے لگے۔مولوی نذیر احمد نے سنا تو کہہ اُٹھے

کہ انیسؔ و دبیرؔ کے مرثیے سنے ہیں مگر اس پائے کی نظم کبھی سننے میں نہیں آئی، جو اثر اس نے میرے دل پر کیا ہے وہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔''(۵)

اس نظم کے پڑھنے سے جہاں سامعین نے اشک فشانی کی اس کے ساتھ ساتھ خوب زر فشانی بھی کی۔ مولوی عبدالرزاق راشد (۱۹۶۷ء۔۱۸۹۸ء) لکھتے ہیں:

''یہ نظم سراپا سوز و گداز اور مجسم درد و تاثیر ہونے کے باعث خاص و عام میں اس قدر مقبول ہوئی کہ ایک دفعہ پڑھی جانے سے تسلی نہ ہوتی۔ اکثر بند بار بار پڑھوائے گئے جن کا اثر سامعین پر یہ ہوا کہ ان کے سست پائے عمل چست ہو گئے اور اُن کی اخوت و ہمدردی ایسی شکل میں ظاہر ہوئی کہ چاروں طرف سے چندوں کی بوچھاڑ ہونے لگی اور بے کس و بے بس اطفالِ قوم کے واسطے سیم و زر کا ڈھیر لگ گیا۔''(۶)

اقبال نے اپنی شاعرانہ زندگی کا باقاعدہ آغاز قومی شاعر کی حیثیت سے کیا۔ ''نالۂ یتیم'' ایک قومی پلیٹ فارم پر پڑھی گئی اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اُن کی شاعرانہ زندگی کی ابتداء قومی شاعری کی بنا پر ہوئی۔ مولوی احمد دین لکھتے ہیں:

''اقبال جو اسلام اور اسلامیوں کا گرویدہ اور دل دادہ ہے اپنی شاعرانہ زندگی کی ابتدا ''نالۂ یتیم'' سے ہی کرتا ہے اور اس طرح اپنی قومی شاعری کی بنا پر قومیتِ اسلامی کی بنا سے ایک عجیب انداز سے وابستہ کر دیتا ہے۔''(۷)

مختصر یہ کہ ''نالۂ یتیم'' کو عوام و خواص میں خوب پذیرائی ملی۔ اسی نظم سے اقبال کو عوامی سطح پر شہرت ملی لیکن عجیب اتفاق ہے کہ ۱۹۲۴ء میں جب ''بانگِ درا'' منظر عام پر آئی تو اس میں یہ نظم شامل نہیں تھی۔ ''بانگِ درا'' مرتب کرتے ہوئے اقبال نے اپنے کلام کا کڑا انتخاب کیا۔ ابتدائی زمانے کی بہت سی نظموں کو متروک قرار دے دیا۔ مختلف نظموں کے بے شمار بند حذف کر دیئے، لاتعداد مصرعوں میں ترامیم و اضافے کیے اس لیے ''نالۂ یتیم'' بھی اُن کے معیار پر پورا نہ اُتر سکی اور اسے حذف کر دیا۔

ڈاکٹر گیان چند جین اس نظم کے حذف ہونے پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''فنی اعتبار سے مجھے ''نالۂ یتیم'' میں کوئی سقم دکھائی نہیں دیتا اس میں چستی اور پختگی ہے۔ اس کے ترک کی وجہ اس کا موضوع ہو سکتا ہے۔''(۸)

اگرچہ اُردو تحقیق و تنقید میں ڈاکٹر گیان چند جین کو بلند مقام حاصل ہے مگر اُن کی اس رائے سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا کہ اس نظم میں کوئی سقم نہیں دکھائی دیتا۔ جیسا کہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے کہ یہ نظم ۱۹۰۰ء میں انجمن حمایتِ اسلام کے پندرھویں اجلاس میں پڑھی گئی۔ اُس وقت اقبال کی عمر تقریباً ۲۳ برس کے لگ بھگ تھی۔

جاوید اقبال (۱۹۲۴ء......) لکھتے ہیں:

''اقبال گورے چٹے رنگ کے دبلے پتلے اور خوب صورت جوان تھے۔ انہوں نے عینک لگا رکھی تھی، شلوار قمیض، سیاہ اچکن اور رومی ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔ نظم کا موضوع دردمندانہ تھا، زبان سادہ تھی، آواز بلند اور دل کش اور پڑھنے کا انداز پُرسوز تھا۔ اُن کی ساحری نے ہُو کا عالم طاری کر دیا تھا۔'' **(۹)**

اقبال نے جس عمر میں نظم انجمن حمایتِ اسلام کے پلیٹ فارم پر پڑھی یہ عمر جوش، جذبے، خواہشات اور تخلیقی صلاحیتوں سے بھرپور ہوتی ہے۔ اس کی واضح دلیل یہ نظم ہے جس کے ۳۴ مسدس بند جن کے اشعار کی تعداد ۱۰۳ ہے۔ یہ نظم پڑھنے کے بعد یہ احساس ہوتا ہے کہ اس میں آمد کی بجائے آورد کا پہلو نمایاں ہے۔ اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ اقبال پہلی بار عوامی سطح پر جلوہ افروز ہو رہے تھے جہاں عوام وخواص اور بزرگان کی تعداد سیکڑوں میں متوقع تھی۔ چنانچہ انہوں نے اس نظم کو موثر بنانے کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لائیں۔ نظم کے مطالعے سے شاعر کی جوانیِ طبع، ایک سیل رواں کی طرح محسوس ہوتی ہے۔ انہوں نے نظم میں بلند آہنگ اور فارسی تراکیب کا خوب استعمال کیا ہے۔ مرزا غالبؔ کی تقلید میں بھی بے شمار تراکیب کا سہارا لیا گیا اور بے محل اضافتوں سے اس نظم کا حسن ماند پڑ گیا۔ معنی کا پلّہ ہلکا رہ گیا اور اضافتیں اور تراکیب ہر جگہ نمایاں ہوگئیں۔ مندرجہ ذیل بند ملاحظہ کیجیے جس سے اندازہ ہوگا کہ اضافتوں کی بھرمار نے معنی کو کس قدر پیچھے چھوڑ دیا:

؎ خارِ حسرت غیرتِ نوکِ سناں ہونے لگا
یوسفِ غم زینتِ بازارِ جاں ہونے لگا
دل مرا شرمندۂ ضبطِ فغاں ہونے لگا
نالۂ دل روشناسِ آسماں ہونے لگا
کیوں نہ وہ نغمہ صدائے رشکِ صد فریاد ہو
جو سرودِ عندلیبِ گلشنِ برباد ہو **(۱۰)**

اس بند سے اندازہ ہوتا ہے کہ تراکیب کی بھرمار سے معنویت دب کر رہ گئی ہے۔

''نالۂ یتیم'' کے ابتدائی چودہ بندوں میں شاعر نے یتیم کی بدبختی، لاچارگی اور حرماں نصیبی کا مبالغہ آمیز پیرائے میں ذکر کیا ہے لیکن جب وہ یتیم ہاشمی کے آستانے پر پہنچتا ہے تو تمام تکلّفات کے پردے اُٹھ جاتے ہیں۔ نظم کو موثر بنانے کے لیے شاعر نے قوم کے یتیموں کے حالِ زار کی طرف توجہ دلائی ہے اور ''یتیم ہاشمی'' کا واسطہ دیا ہے۔ پھر نظم کے آخری دو بندوں میں اقبال نے خود آنحضرتؐ کی زبانی قوم کو پیغام پہنچایا ہے۔ یہ نظم کا منتہیٰ کمال ہے۔ یہ

نظم اُس پلیٹ فارم پر پڑھی گئی جہاں یتیموں کے لیے چندہ اکٹھا کرنا تھا۔اس میں اقبال نے آنحضرتؐ کی زبانی یہ اشعار کہلوا کر دلوں کو گرمانے کا بھرپور اہتمام کیا۔

؎ یہ دُعا میدانِ محشر میں بڑی کام آئے گی
شاید شانِ کریمی سے گلے ملوائے گی
آتشِ عشقِ الٰہی سے تمھیں گرمائے گی
جو نہ موسیٰ نے کبھی دیکھا تھا تمھیں دکھلائے گی
جس طرح مجھ کو شہیدِ کربلا سے پیار ہے
حق کو یتیموں کی دُعا سے پیار ہے (۱۱)

اس نظم کی طوالت کا سبب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مولانا الطاف حسین حالی (۱۹۱۴ء۔۱۸۳۷ء) کے زمانے ہی سے قومی جلسوں میں طویل نظمیں سنانے کی روایت چلی آ رہی تھی جن میں مسدس حالؔی کے بشمول ''شکوۂ ہند''، ''مدرسۃ العلوم''، ''ننگِ خدمت''، ''قوم کا متوسط طبقہ''، ''جشنِ قومی''، ''گدایانِ قوم''، ''فلسفۂ ترقی''، ''انجمن حمایتِ اسلام'' اور ''ترغیبِ امدادِ یتیماں'' ایسی قومی نظمیں ہیں جن کے اشعار کی تعداد سو سے زاید ہے۔

''نالۂ یتیم'' کی طوالت سے اس میں کچھ فنی خامیاں بھی پیدا ہوئیں۔اس نظم میں شاعر کا قوتِ خیال ایک ہی کیفیت کے اظہار کے لیے نئے نئے پیرائے بیان تراشنے میں صرف ہوا۔ بہت سے ایسے مقامات ہیں جہاں نظم کے مرکزی خیال سے کوئی تعلق نہیں بنتا اور ہر بند نظم کے عنوان اور مرکزی خیال سے باہر ہو جاتا ہے۔مندرجہ ذیل بند ملاحظہ ہو۔اس بند کا یتیم کی فریاد سے کوئی واسطہ نہیں ہے:

؎ دوپہر کی آگ میں وقتِ درد دہقاں پر
ہے پسینے سے نمایاں مہرِتاباں کا اثر
جھلکیاں اُمید کی آتی ہیں چہرے پر نظر
کاٹ لیتا ہے مگر جس وقت محنت کا ثمر
یا محمدؐ کہہ کے اُٹھتا ہے وہ اپنے کام سے
ہائے کیا تسکین اُسے ملتی ہے تیرے نام سے (۱۲)

اس بے ربطی کی وجہ سے نظم کے مجموعی تاثر کو نقصان پہنچا۔ایک اور بند ملاحظہ کیجیے جس میں تراکیب کی خوب بھرمار ہے:

ے قابلِ عشرتِ دل خو کردۂ حسرت نہیں
در خور بزمِ طرب شمعِ سرِ تربت نہیں
زیرِ گردوں شاہد آرام کی صورت نہیں
غیر حسرت غازۂ رخسارۂ راحت نہیں
صبحِ عشرت بھی ہماری غیرتِ صد شام ہے
ہستیٔ انساں غبارِ خاطرِ آرام ہے (۱۳)

دیکھا جائے تو انجمن حمایتِ اسلام لاہور میں پڑھی جانے والی نظمیں خاص کر ''نالۂ یتیم''، ''فریادِ اُمت'' ایسی نظمیں ہیں جن کے توسل سے اقبال قومی یا ملّی شاعر کی حیثیت سے سامنے آئے لیکن وقت کے ساتھ ساتھ انہوں نے صحافتی یا وقتی شاعری کو ترک کر دیا اور اپنے فکر و فن میں عالم گیریت کی روح ڈالی۔ اُن کے ذہن میں شعر کا مقصد شروع سے ہی کارفرما نظر آتا ہے کہ شعر سے کہیں مقصدیت مفقود نہ ہو جائے اِسی وجہ سے جب انہوں نے ''بانگِ درا'' مرتب کی تو فکر و فن کے لحاظ سے اُن کا معیار بہت بلند ہو چکا تھا اور یہ نظم بھی اُن کے معیار پر پورا نہ اُتر سکی کیوں کہ وہ اپنے کلام کے خود بہت بڑے ناقد تھے۔ انہوں نے کلام میں فکر کے ساتھ فن کو بھی ملحوظ رکھا۔ بندش و اسلوب کے سلسلے میں کسی قسم کی رعایت نہیں برتی۔ انہوں نے ہر جگہ مقامیت کی جگہ آفاقیت کو اوّلیت دی اس لیے اس نظم کا موضوع اور مواد اُن کے معیار پر پورا نہیں اُتر سکا اور اسی وجہ سے اُس کو ''بانگِ درا'' کے شایانِ شان نہیں سمجھا۔ ورنہ بہت سی نظموں میں انہوں نے ترامیم و اضافے کیے مثلاً نظم ''ہمالہ'' سے بارہ اشعار حذف کیے اور اس کے کئی اشعار میں تبدیلی کی۔ ''گلِ رنگیں'' سے نو اشعار حذف کیے، ''صدائے درد'' سے بیس اشعار نکال دیے، ''سیّد کی لوحِ تربت'' سے بائیس اشعار نکالے اور ''خفتگانِ خاک سے استفسار'' سے اٹھارہ اشعار کو متروک قرار دیا، تو اس نظم میں اگر کوئی سقم نہ ہوتا تو کم از کم اس کے کچھ اشعار کو شامل کر لیا جاتا اور اگر اس کے عنوان سے اقبال کو کوئی اختلاف ہوتا تو انہوں نے بے شمار نظموں کے عنوانات تبدیل کیے۔ اس کا عنوان بھی تبدیل کر کے ''بانگِ درا'' میں شامل کر لیتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا کیوں کہ انہوں نے نہ صرف کلام کے معنوی پہلوؤں کو ملحوظ رکھا بلکہ وہ فنی اعتبار سے بھی کلام کو ہر جگہ پرکھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اپنے کلام کو خوب بنانے کی غرض سے وہ تخلیقِ شعر کے مرحلے سے لے کر اشاعتِ شعر کے مرحلے تک نوک پلک درست کرتے رہتے۔ اس بات کا اندازہ ''بانگِ درا'' طبع اوّل اور اُس کی دو معاصر اشاعتوں ''کلیاتِ اقبال'' مرتبہ: عبدالرزاق اور ''اقبال'' از: احمد دین کے متون کے تقابلی مطالعے سے ہوتا ہے۔ یہ اسی پرکھ اور کاٹ چھانٹ کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے اپنے کلام میں سے پچپن فی صد کلام میں ترامیم و اضافے کیے۔ ۱۹۲۴ء تک جو کلام اُن کے معیار پر پورا نہیں اُترا اُس کو متروک کر دیا۔ انہوں نے بے

مقصدیت کی جگہ مقصدیت، مقامیت کی جگہ آفاقیت اور زیادہ تر اُس کلام کو جگہ دی جس میں ایک حیات بخش پیغام موجود تھا۔ جب ''بانگِ درا'' منظرِ عام پر آئی تو اقبال کے انتخاب کو داد دیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ انہوں نے ''بانگِ درا'' کو تین ادوار میں تقسیم کیا اور ہر دور کی پہلی نظم اُس دور کی خصوصیات کو ظاہر کرتی ہے۔ پہلے دور میں ''ہمالہ'' کی چوٹی نوخیز تخیل کی جولان گاہ ہے۔ اس دور میں اقبال کو یہی بلند ذوق آسمان کی بلندیوں پر لیے پھرتا ہے یعنی پہلے دور کی نظموں کا مرکزی خیال بلندی اور بلند پروازی ہے۔ دوسرے دور کی پہلی نظم ''محبت'' ہے۔ اس دور کی باقی نظموں میں قانونِ قدرت، محبت کے عنوان سے آفرینشِ عالم کے راز دکھائی دیتے ہیں۔ قانونِ قدرت کے اسرار اور اُن کی تلقین دکھائی دے رہی ہے۔ تیسرے دور کی ابتدائی نظم ''بلادِ اسلامیہ'' سے ہوتی ہے۔ یہ نظم اس دور کی شاعری کا رخ بتا رہی ہے کہ اس دور میں ملّی جذبات کے ہنگامے ہیں اور قوم کی شانِ جمالی کی جھلکیاں، اس دور میں تصوف اور حکمت بھی ملّی خدمات گزاری پر مامور دکھائی دیتے ہیں۔ یہ اقبال کی شعوری کوشش تھی جس کے نتیجے میں ''بانگِ درا'' کا خوب صورت انتخاب ہو سکا۔ یہی وہ وجہ تھی کہ اقبال نے اپنی پہلی عوامی سطح پر پڑھی جانے والی نظم ''نالۂ یتیم''، مکمل طور پر متروک کر دی اور اس کا کوئی ایک شعر بھی ''بانگِ درا'' کا حصہ نہیں بنایا۔ نظم کا خاتمہ اس بند پر ہوتا ہے:

ے

تھی یتیمی کچھ ازل سے آشنا اسلام کی
پہلے رکھی ہے یتیموں نے بِنا اسلام کی
کہہ رہی ہے اہلِ دل سے ابتداء اسلام کی
ہے یتیموں پر عنایت انتہا اسلام کی
تم اگر سمجھو تو یہ سو بات کی اِک بات ہے
آبرو میری یتیمی کی تمہارے ہاتھ ہے (۱۴)

نظم ''نالۂ یتیم''، کو اقبال کی متروک نظم سمجھا جائے گا۔ تاہم جس طرح غالبؔ کا متروک کلام ''نسخہ حمیدیہ'' کی شکل میں اپنی ایک الگ اہمیت رکھتا ہے بالکل اسی طرح اقبال کی متروک نظموں پر بھی از سرِ نو توجہ دینے اور اُن کے توسط سے فکرِ اقبال کو زیادہ وسعت کے ساتھ سمجھنے کی ضرورت ہے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ تفصیل کے لیے جاوید اقبال کی تصنیف ''زندہ رود''، صفحہ ۹۸ ملاحظہ ہو
۲۔ ایضاً
۳۔ محمد حنیف شاہد کی تصنیف ''اقبال اور انجمن حمایتِ اسلام''، صفحہ ۷۱
۴۔ تفصیل کے لیے جاوید اقبال کی تصنیف ''زندہ رود''، صفحہ ۹۹ ملاحظہ ہو
۵۔ سیّد نذیر نیازی، ''دانائے راز''، صفحہ ۲۳۱
۶۔ مولوی عبدالرزاق، (مرتب) ''کلیاتِ اقبال''، صفحہ ۴۱
۷۔ مولوی احمد دین، ''اقبال''، مرتبہ: مشفق خواجہ، صفحہ ۱۱۳
۸۔ ڈاکٹر گیان چند جین، ''ابتدائی کلامِ اقبال''، صفحہ ۲۲
۹۔ جاوید اقبال، ''زندہ رود''، صفحہ ۹۸
۱۰۔ مولوی عبدالرزاق، (مرتب) ''کلیاتِ اقبال''، صفحہ ۱۵۹
۱۱۔ ایضاً، صفحہ ۱۶۷
۱۲۔ ایضاً، صفحہ ۱۶۵
۱۳۔ ایضاً، صفحہ ۱۶۰
۱۴۔ ایضاً، صفحہ ۱۶۸

کتابیات

۱۔ احمد دین، مولوی، ''اقبال''، مرتبہ: مشفق خواجہ، اقبال اکادمی، لاہور پاکستان، طبع چہارم، ۲۰۰۶ء
۲۔ افتخار احمد صدیقی، ڈاکٹر، ''عروجِ اقبال''، بزمِ اقبال کلب روڈ، لاہور، طبع اوّل، ۱۹۸۷ء
۳۔ جاوید اقبال، ڈاکٹر، ''زندہ رود''، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، جلد اوّل، ۱۹۸۲ء
۴۔ نذیر نیازی، سیّد، ''دانائے راز''، اقبال اکادمی، لاہور پاکستان، ۱۹۸۸ء
۵۔ گیان چند جین، ڈاکٹر، ''ابتدائی کلامِ اقبال''، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۰۴ء
۶۔ محمد اقبال، ''بانگِ درا''، کریمی پریس، لاہور، طبع اوّل، ۱۹۲۴ء
۷۔ محمد اقبال، علامہ، ''کلیاتِ اقبال''، مرتبہ: مولوی عبدالرزاق، عماد پریس، حیدرآباد (دکن)، ۱۹۲۴ء
۸۔ محمد اقبال، علامہ، ''کلیاتِ اقبال'' مرتبہ مولوی عبدالرزاق، (تعارف وتقدیم ڈاکٹر فرمان فتح پوری)، بیکن بکس، ملتان، ۲۰۰۷ء